© rasailojaraid.com

خواطر و سوانح

شرافت کہاں ہے؟

از قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی

سید مصطفیٰ لطفی المنفلوطی مصر کے دورِ جدید کے ادبا میں ایک صاحبِ طرز ادیب ہوئے ہیں آپ ۱۸۷۶ء میں جنوبی مصر کے شہر منفلوط کے خانوادۂ قضاۃ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے جامع ازہر میں تعلیم کی تکمیل کی اور اس کے بعد، دس سال تک مشرق کے مشہور فاضل علامہ عبدہ المصری کے خرمن علم و ادب سے خوشہ چینی کی۔ ۱۹۰۸ء میں آپ نے "المؤید" میں مضمون لکھنے شروع کیے اور وہ اس قدر پسند کیے گئے کہ لوگ ایک ہفتہ تک بڑی بےچینی کے ساتھ آپ کے مضامین کا انتظار کیا کرتے تھے۔ اپنے نامور استاذ کے انتقال کے بعد آپ ان کی سیاسی و ادبی مسند کے وارث قرار پائے۔

منفلوطی اسلامی و مشرقی رجحانات کے حامل ہیں۔ مغرب کی تہذیب کے ہاتھوں مشرق کے اخلاق و تمدن کو لٹتے دیکھ کر وہ بےحد متاثر ہوئے ہیں، اور انہوں نے اپنے مضامین اور افسانوں میں اپنے تاثرات کو بےحد پُراثر اور دردانگیز پیرائے میں پیش کیا ہے۔

ادب کے متعلق مقدمہ "النظرات" میں اپنے عقیدہ کی تشریح انہوں نے حسبِ ذیل الفاظ میں کی ہے:-

"میرے نزدیک بہترین ادیب اور بہترین شاعر وہ ہے جو اپنے قلبی احساسات اور مطالعہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فطرت کے تاثرات کو بے کم و کاست پیش کر دے۔ اور اس کمال کے ساتھ کہ پڑھنے والے یہ سمجھیں کہ گویا ان کیفیات کی تصویر کھینچ دی گئی ہے یا انہیں مجسم کر کے ان کے سامنے رکھ دیا گیا ہے"!

منفلوطی کے مضامین اور افسانوں کا ایک ایک لفظ اس عقیدہ کی تشریح ہے۔ منفلوطی کا طرز بیان کہیں کہیں اس قدر دلدوز ہو جاتا ہے کہ پڑھنے والے کو آنسو ضبط کرنے مشکل ہو جاتے ہیں

منفلوطی کی مستقل تصانیف کے علاوہ ان کے اخلاقی و اصلاحی افسانوں کا مجموعہ "العبرات" اور مضامین کا مجموعہ "النظرات" بہت مشہور ہیں۔ (سجاد میرٹھی)

میں نے کسی کہانی میں پڑھا تھا کہ ایک نوجوان نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ ایک خیالی محبوبہ کی محبت میں جس کی جھلک بھی اس نے کبھی نہ دیکھی تھی، بسر کر دیا۔

اس نے دنیا کے مختلف حسینوں کے خد و خال کی رنگینیاں لے کر اپنے نگار خانہ دماغ میں ایک مہ جبینی کی تصویر کھینچی، پھر اپنے تصور کی مافوق العادت طاقت سے اسے مجسم کیا اور اس پر ہزار جان سے عاشق ہو گیا۔ وہ برسوں اس مجسمہ خیالی کے پیکر حقیقی کی تلاش میں سرگرداں رہا، اس نے وادی و صحرا اور کوہ و بیابان کی خاک چھان ڈالی، اور آخر کار ایک دن اسے پا لیا۔

میں اس کہانی کو جھوٹا نہیں بتا سکتا، کیونکہ میری سرگزشت بھی اس نوجوان کی داستان سے ملتی جلتی ہے، فرق ہے تو یہ کہ اس نے اپنی گم شدہ محبوبہ کو پا لیا اور میں نہ پا سکا۔ آہ میری خیالی محبوبہ کا نام شرافت ہے!

میں نے شرافت کو تاجروں کی دکانوں میں تلاش کیا۔ میں نے دیکھا کہ تاجر چور ہے، سوداگر کے بھیس میں۔ ایک اشرفی کی چیز دو اشرفی کو بیچ کر ایک اشرفی چراتا ہے۔ اگر مجھے عدالت کے اختیارات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روپے جائیں تو یہ ناممکن ہے کہ میں روپیہ کے چوروں کو سزا دوں اور اشرفی کے چوروں کو چھوڑ دوں۔ حالانکہ دونوں آنکھ بچا کر میرا مال ہضم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

میں تاجروں کو نفع لینے سے نہیں روکتا، اُس نے مال تجارت کو حاصل کرنے میں جو کوشش کی، اور اُس کی حفاظت میں جو تکلیف اٹھائی، اُس کا مناسب معاوضہ وہ لے سکتا ہے بلکہ اُس سے زیادہ میں جائز نہیں سمجھتا۔ میرے نزدیک حلال وحرام میں یہی فرق ہے کہ وہ کوشش اور محنت کا نتیجہ ہے اور یہ جھوٹ اور دھوکہ کا۔

میں نے عدالتوں میں شرافت کو ڈھونڈا تو مجھے معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ عادل حاکم وہ ہے جو مقدمہ کی مسل پر ملکی قانون کی تطبیق کی پوری کوشش کرتا ہے اور اس خوف سے کرتا ہے کہ کہیں حکومت اس سے یہ بلند کرسی جو اُسے عطا کی گئی ہے نہ چھین لے۔ رہا مظلوم کو انصاف کرنا اور ظالم کو سزا دینا حقداروں کو اُن کے حق دلانا اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانا، سو یہ سب فروعات ہیں، جن کی اُسے پروا نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ حُسنِ اتفاق کے کسی دور لمحے پر انصاف اور قانون کا ملاپ ہو جائے لیکن اگر ان کی گزرگاہیں مختلف ہیں تو حاکم اپنے یقین کے خلاف حکم دیتا ہے، اور اپنی معلومات کے برعکس فیصلہ سُناتا ہے، بے قصور کو سزا دیتا ہے اور قصوروار کو بری کرتا ہے۔

اگر کوئی اس سے اس ظلم کی وجہ پوچھے تو وہ بے تکلف قانونی مجبوری کا عذر پیش کر دیگا گویا وہ چاہتا ہے کہ اپنی عقل کو قانون کا پرستار بنا دے حالانکہ عقل خود قانون کی خالق ہے۔

میں نے شرافت کو امیروں کے محلوں میں ڈھونڈا۔ میں نے دیکھا کہ امیر یا کنجوس ہے یا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ج کنجوس امیر کی حالت یہ ہے کہ اگر وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی پڑوسی ہو، رات کی خاموشیوں میں ان کے دونوں لالوں کے رونے کی آواز اُس کے کانوں ، تو وہ اپنے کانوں میں اُنگلیاں ٹھونسنے کی تکلیف بھی گوارا نہ کریگا۔ کیونکہ اُسے یقین ہے نیں اُس کے سنگین دل کو پار نہیں کر سکتیں اور اس کے حیوانی جسم میں انسانیت کی رُوح رسکتی۔ رہا فضول خرچ امیر سو اس کی دولت ساقیِ گُل اندام، اور بادۂ گلفام کی رنگینیوں کے ، ہو چکی ہے۔

پھر بتائیے امیروں کے محلہ میں شرافت کس کے وسیلے سے بار پائے؟

میں نے شرافت کی سیاسی جماعتوں میں جستجو کی تو مجھے معلوم ہوا کہ عہد، میثاق اور قاعدہ و رلفظ ہیں جن کے معنی ہیں جھوٹ اور فریب۔

میں نے محسوس کیا کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن انسان ہے۔ انسانوں کے گروہوں میں منے اپنے بھائیوں کے لیے، اسلحہ خانوں میں، میگزینوں میں، قلعوں میں، جہازوں کی ور طیاروں کے سینوں میں طرح طرح کے موت اور عذاب کے سامان جمع کر رکھے ہیں کی سرحد پر، ایک بالشت زمین پر اختلاف رونما ہوا اور انسانوں نے درندوں کی کھال روں کے ناخن بنائے، نیزوں کے دانت لگائے اور اپنے بھائیوں کا خون پینے کے میں گتھم گتھا ہو گئے۔

لطف یہ ہے کہ اگر تم ان دو سپاہیوں سے جو میدان جنگ میں دست و گریباں ہیں دونوں کیوں لڑ رہے ہو؟ بتائے مخاصمت کیا ہے؟ کونسی دشمنی ہے جس کی آگ تمہارے یں دہک رہی ہے؟ اور یہ دشمنی پیدا کب سے ہوئی؟ جہاں تک مجھے معلوم ہے تم دونوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو ایک دوسرے کو جانتے بھی نہیں، تمہاری تو پہلی ملاقات ہی میدانِ جنگ میں ہوئی ہے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ ان بیچاروں کو دھوکہ دیا گیا ہے۔ یہ اپنے بال بچوں کو تنہا چھوڑ کر صرف اس لیے گھر سے نکلے ہیں کہ اپنے سپہ سالار کے سینہ پر ایک تمغہ آویزاں کردیں۔

میں نے اسے علماء و مشائخ کے حلقوں میں تلاش کیا تو دیکھا کہ (خدا کے چند نیک بندوں کو چھوڑ کر) ان میں سے اکثر جاہلوں کی بستیوں میں عقل کی تجارت کرتے ہیں۔ انہوں نے بھولے بھالے انسانوں کے دماغوں میں سوراخ کر کے ان کے اخلاق کو برباد اور ان کے احساسات کو پامال کر رکھا ہے تاکہ وہ ان کے مال و متاع پر آزادانہ تصرف کر سکیں۔

غرض میں نے شرافت کو ہر اس جگہ ڈھونڈا جہاں اس کے ملنے کا گمان ہو سکتا تھا مگر افسوس کہ میں اسے کہیں نہ پا سکا۔ کیا اب میں اسے شراب خانوں، چوروں کے اڈوں میں اور جیل کی کوٹھریوں میں تلاش کروں؟

اکثر لوگ کہیں گے کہ مضمون نگار نے اندازہ لگانے میں غلطی کی ہے اور فیصلہ کرنے میں سختی سے کام لیا ہے۔ آج بھی بہت سے سینے شرافت کا دفینہ ہیں۔ میرا جواب یہ ہے کہ میں شرافت کے وجود کا منکر نہیں مگر اس کے محل وجود سے ناواقف ضرور ہوں۔ لوگوں کی ریاکاریوں نے میری آنکھوں کے سامنے کالی گھٹاؤں کا ایسا پردہ تان دیا ہے کہ مجھے کوئی ستارۂ امید نظر نہیں آتا۔

یوں تو ہر شخص شرافت کا مدعی ہے، سب نے شرافت کے لبس چڑھا رکھے ہیں اور شرافت کے ڈھونگ رچا رکھے ہیں کہ اچھے اچھے فہیم و فرزانہ انسان دھوکہ کھا جاتے ہیں، مگر کوئی ہے جو اس شبِ تاریک میں مجھے منزلِ مقصود تک پہنچانے کا ذمہ دار ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر دنیا کے عیش و آرام اور نیک بختی و خوش نصیبی کی کہانیاں جنہیں لوگ بیان کرتے ہیں سچی ہیں، تو میں تو اس متاع میں سے صرف اس قدر کا اُمیدوار ہوں کہ اپنی نامراد زندگی میں کسی دن کسی ایسے دوست کو پالوں جو مجھ سے خلوص کے ساتھ ملے اور میں اُس کے خلوص کا جواب خلوص سے دوں۔ وہ میری طرف سے اسی تحفہ کو کافی سمجھے، اس کی نگاہیں "اغراض" کے حلقوں کی اسیر نہ ہوں۔ اس کے جسم میں شریف روح ہو، اس کے پہلو میں شریف دل ہو، بغض و حسد کے وہ ناواقف ہو اور ریا و فریب سے ناآشنا، اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو اور قلب و زبان ہمنوا، دروغ گوئی، فحش کلامی، چغلخوری اور آبروریزی سے اُس کو سروکار نہ ہو۔ اسکی محبت شریفانہ ہو، شرافت سے اُسے محبت ہو اور دناءت سے نفرت۔ میری خوش نصیبی جسکی تمنا میرے دل میں ہے صرف اسی پر منحصر ہے۔

کبھی کبھی میں چمنستانوں میں جا نکلتا ہوں، میں دیکھتا ہوں کہ پرند چہچہا رہے ہیں، درخت لہلہا رہے ہیں اور ان کے بیچ میں پانی کی نہریں مست ناگوں کی طرح بل کھاتی ہوئی جا رہی ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ نسیم سحری کی نازک انگلیاں، درختوں کے پتوں کو اس طرح بکھیر رہی ہیں جس طرح محبت عاشقوں کے دل کو پراگندہ کرتی ہے، میں بلبلوں کی نغمہ خوانی اور نہروں کی روانی میں وہ آتشیں نغمے سُنتا ہوں جنہیں سُنانے سے چنگ و رباب قاصر ہیں۔ مگر مجھے کوئی منظر اور کوئی نغمہ نہیں بھاتا، کیونکہ میں اپنی گم شدہ متاع کو یہاں بھی نہیں پاتا۔

دناءت کی صورت سے مجھے نفرت ہے اور اس کا ذکر مجھے ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ کاش میری پہلو کو چیر کر دل نکال لیا جائے تاکہ میں زندگی کی ناکامی و محرومی اور خوشی و غم کا احساس نہ کرسکوں۔ اگر میرے یہ چھوٹے چھوٹے بچے نہ ہوتے جنکی زندگی کی خوشیاں میرے دم سے قائم ہیں، تو میں اس شور و شرکی دنیا سے مُنہ موڑ کر شاعر کی اس بستی میں چلا جاتا جہاں "ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو!

(مصطفیٰ لطفی المنفلوطی)

© rasailojaraid.com